© rasailojaraid.com

تفسیر 'منہج الصادقین فی الزام المخالفین'
ایک مطالعہ
(۲)

پروفیسر کبیر احمد جائسی

فقہ جعفری میں 'تقیہ' کو ایک اہم مقام حاصل ہے ۔اِس کی ضرورت، دین میں اِس کا مقام ،اِس کی تعبیر، توجیہ اور تفصیل پر دوازدہ امامی علما، فقہ جعفری کی تدوین کے بعد ہی سے آج تک برابر کچھ نہ کچھ لکھتے رہے ہیں۔ یہاں پر میں شیعہ سُنی اختلاف پر کوئی گفتگو نہیں کروں گا، صرف اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ سنیوں کی فقہ میں تقیہ پر کوئی بحث و مباحثہ نہیں ہے۔ دوازدہ امامی حضرات نہ صرف اس کے قائل ہیں، بلکہ اِس کو جزو دین سمجھتے ہیں، اِسی لئے اس کے جواز میں قرآنی آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دوازدہ امامی حضرات کے نزدیک احادیث نبوی کے علاوہ اُن کے ائمہ کے اقوال بھی حجّت ہیں۔ مُلا فتح اللہ کاشانی نے سورۂ آل عمران کی اٹھائیسویں آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے جوازِ تقیہ کے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس آیت کو مطبوعہ منہج الصادقین میں ستّائیسویں آیت قرار دیا گیا ہے ۔ بہر حال اِس آیت کی تفسیر میں مُلا فتح اللہ کاشانی کا اندازِ تفسیر یہ ہے:

"(لایَتَّخِذِ الْمُومِنُونَ) باید کہ فرانگیرند مومنان کہ دوستان کہ دوستانِ خدایند و معزز و مکرم نزد او (الکافرین) ناگرواودیدگان را کہ دشمنان اویند و ذلیل و خوار نزدِ او (اولیاء) دوستان و متولیان امور خود (من دون المومنین) بدون مومنان یعنی دوست مومن جز مومن نہ باید پس مومنان باید کہ کافران را بدوستی ... و بعد از آن جہت تہدید از موالات با کفاری فرماید کہ (ومن یفعل ذلک) و ہر کہ بکند این فراگرفتن و دوستی را با

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دشمنان (فلیس من اللہ) پس نیست آنکس از ولایت و دوستئ خدا (فی شیءٍ) در چیزی یعنی از دوستی خدا بہرۂ نہ خواہد داشت چہ موالات متعادبین مجتمع نمی شود۔‘‘

(لا یتخذ المومنون) وہ مومنین جو اللہ تعالیٰ کے دوست اور اُس کی نظر میں معزز و مکرم ہیں، اُن کو چاہیے کہ خَلا مَلا نہ رکھیں (الکافرین) کافروں سے، جو کہ اللہ کے دشمن اور اُس کی نظر میں ذلیل خوار ہیں (اولیاء) انہیں اپنے معاملات میں دوست اور ذمہ دار نہ بنائیں (من دون المومنین) سوائے مومنوں کے، یعنی مومن کا دوست مومن کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ اس لئے مومنوں کو چاہیئے کہ دوستی کے لئے کافروں کا انتخاب نہ کریں ... کافروں سے موالات کرنے کی اِس تنبیہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے: (ومن یفعل ذٰلک) اور جو شخص بھی دشمنوں سے دوستی اختیار کرتا ہے (فلیس من اللہ) وہ شخص اللہ کی سرپرستی کے قابل نہیں (فی شیءٍ) کسی چیز میں، یعنی اللہ کی سرپرستی میں اپنا حصہ نہیں رکھے گا (یعنی نہیں پائے گا) کیونکہ ایک دوسرے کے متضاد لوگوں کی محبت واخوت یکجا نہیں ہوسکتی۔)

’’یا معنی آن ست کہ از دین خدا بہرہ نہ دارد یعنی مسلمان نیست (اِلّا أنْ تَتَّقُوا) مگر آن کہ بترسید وحذر کنید (منھم) از ایشان یعنی از ضرر کافران (تُقٰةً) آن چیزی را کہ وا جب باشد اتقاو پرہیزیدن از آن، و می تو اند بود کہ نصب تقیہ بر مصدر یہ باشد یعنی بترسید از ضررِ ایشان ترسیدنی کہ درین صورت جائز باشد کہ با ایشان اظہار دوستی کنید و تعدیہ تتقوا بمن جہت آنست کہ مضمن معنی تحذروا است یا تخافوا (وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہ) و می رساند شما را خدای در ارتکاب مناہی کہ از جملۂ آن موالات است با دشمنان او (نَفْسَہٗ) از عذاب ذات خود یعنی عذابی کہ صادر شدہ باشد از محض قہاریت حق تعالی بیواسطہ غیری ، ونفس عبارت است از ذات چیزی وحقیقت وھویت او۔ پس ہر کجا لفظ در شأن حق تعالی ایراد کنند مراد ذاتِ او خواہد بود ودر این کلام تہدیدِ عظیم است بتناہی مناہی در قبح ، وذکرِ نفس بجہت آنست کہ تا معلوم شود کہ محذر منہ عقابیست صادر از ذات او وعقابیکہ مادون عقاب او است غیر معتد بہ است ودر جنب آن چیز نمی ماند (وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْر) وبسوی جزا یا حکم خداوندا ست بازگشت ہمہ، وجمیع بندگان را بر وفق اعمال جزا خواہد داد این تتمہ وعید است۔‘‘

(یا اِس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے دین سے حصہ نہیں پاتا یعنی مسلمان یعنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کافروں کے ضرر سے (تُـقٰة) اِس سے مراد وہ چیز ہے جس سے بچنا واجب ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تُـقٰـہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، یعنی تم اُن لوگوں سے دوستی کا اظہار کرو اور ''تتقوا''، متعدی اِس وجہ سے ہے کہ یہ ''تحذروا'' (یعنی بچو) یا ''تخافوا'' (ڈرو) کے معنی میں ہے (ویحذرکم الله) اور اللہ تعالیٰ تم کو گناہوں کے ارتکاب سے ڈراتا ہے (اور) اُن گناہوں میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی بھی شامل ہے (نفسہٗ) ڈراتا ہے خود اپنی ذات کے عذاب سے، یعنی وہ عذاب جو حق تعالیٰ کی قہاریت کی وجہ سے کسی غیر کے واسطے کے بغیر صادر ہوتا ہے اور نفس کسی چیز کی ذات اور اس چیز کی حقیقت و ہویت (Essence) سے عبارت ہے، اِس لئے ہر اُس جگہ جہاں اللہ تعالی کی شان میں لفظ نفس کا لوگ استعمال کرتے ہیں، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی اور اِس کلام میں (یعنی زیرِنظر آیت) میں قبیح گناہوں کے ارتکاب پر سخت وعید ہے اور نفس کا ذکر اس وجہ سے ہے، تاکہ معلوم ہو کہ جس چیز سے ڈرایا جا رہا ہے وہ ایسی سزا ہے جو اللہ کی ذات سے صادر ہوتی ہے اور وہ سزا جو اِس کی سزا سے کم ہے اُس کا کوئی شمار نہیں اور اُس کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے (والی الله المصیر) انعام کے لئے یا خدا کے حکم سے سب کی واپسی اُسی کی طرف ہے اور وہ تمام بندوں کو اُن کے اعمال کے مطابق انعام دے گا۔ یہ بات تنبیہ کا تتمّہ ہے۔

''وضحاک برآن است کہ آیہ در بارہ عبادہ بن صامت فرود آمد، واو مردی متقی بود از اہل بدر، و وی را حلفا بودند از یہود چون رسول روز احزاب از مدینہ بیرون آمد، گفت یا رسول اللہ ! اگر اجازہ فرمائی من حلفای خود را کہ پانصد یہود بودند باعانت شما خوانم تا با کافران جنگ کنند۔ حق تعالی این آیہ فرستاد و منع آن فرمود''

(اور ضحاک کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت عبادہ بن صامتؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ اہل بدر میں سے ایک متقی فرد تھے اور یہودیوں کے کئی گروہ اُن کے حلیف تھے۔ جب جنگ احزاب کے دن پیغمبر ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لائے تو (عبادہ بن صامت نے) کہا: یا رسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے حلیف یہودیوں کو، جن کی تعداد پانچ سو ہے، آپ کی مدد کے لئے بلا لوں، تاکہ وہ لوگ (بھی) کافروں سے جنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں (اُس وقت) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور (عبادہ بن صامتؓ کی) بات (ماننے) سے منع فرمایا۔)

''وجواز تقیہ مذکور در وقتی بود کہ دین اسلام ہنوز قوتی نہ داشت و کفار را قوت تسلط بود بر مسلمانان و چون قضیہ منعکس شد تقیہ مرتفع گشت، و چون تقیہ در ہر موضعیست کہ مظنہ ضرر نفس یا مال باشد چنانکہ آیہ مذکور مصرح است بر آن پس اہلِ خلاف را نرسد کہ زبان طعن بر امامیہ دراز کنند و دیگر بمنطوق "وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" و با دلیہ عقلیہ دالہ بر وجوب دفع ضرر از نفس، تقیہ واجب است و صحابۂ رسول باین امر اقدام نمودہ اند و از جملہ عمارِ یاسر با کفار اظہار موافقت میکرد بہ جہت دفع ضرر تا خدای تعالیٰ درحق او این آیہ فرستاد کہ ''الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان'' و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ فرمود ''التقیہ دینی و دین آبائی'' تقیہ دین من است و دین پدران من، و از آبای آں حضرت، بود کہ در اوائل اسلام اہلِ کفر ملایمت می نمود و امیر المومنین علیہ السلام کہ با اہل خلاف بطریق ملاطفت سلوک میکرد و چون قوت پیدا کردند شمشیر از غلاف بیرون کشیدہ با اہل کفر و خلاف آغاز محاربہ کردند۔ مردیست کہ مردی نزد پیغمبر آمد و گفت یارسول اللہ بفریادمن رس کہ بہ ہلاکت و شقاوت گرفتار شدم۔ فرمود از تو چہ صادر شد؟ گفت کفار قریش مرا گرفتند و عذاب میکردند تا نسبت بجناب تو ناسزائی بگویم ہمن بی طاقت شدہ آنچہ ارادۂ ایشان بود بزبان من جاری شد۔ فرمود "کیف قلبک" دلت چہ گونہ بود۔ گفت بسیار از آن کارہ بود، فرمود کہ اگر بار دگر بدست ایشان افتی دمنل (کذا) این حال بر تو واقع شود آنچہ ایشان ارادہ کنند بگو و در دل کارہ این باش۔ از عبداللہِ مسعود نقل است کہ "خالطوا الناس و صافحوھم بما یشتھون" با مردمان یعنی با اہل خلاف مخالطہ کنید و با ایشان مصافحہ نمائید و دست در دست ایشان نہید بآنچہ ایشان خواہند یعنی ظاہراً با ایشان اظہار محبت و مودت کنید امّا باید کہ در اعتقاد شما قصوری و فطوری راہ نہ یابد، ابن بابویہ در رسالۂ اعتقادیہ آوردہ کہ تقیہ واجب است، ہر کہ آنرا ترک کند ہمچنانست کہ ترک نماز کردہ۔''

(اور وہ تقیہ جس کا ذکر ہوا ہے، اُس کا جواز اُس وقت تک تھا جب دینِ اسلام ابھی بے طاقت تھا اور مسلمانوں پر کفار کو غلبہ کی قوت حاصل تھی اور جب حالات برعکس

© rasailojaraid.com